بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹرنیشنل

اکتوبر ۲۰۲۲ء

ربیع الاوّل / ربیع الثانی ۔ ۱۴۴۴ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

حضرت محمد مصطفٰی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر

شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ طاعون کے متعلق ضروری بیان (ایام الصلح پہلی قسط)	۲
۲: تقریب عید میلاد النبی تقریر مولانا محمد علیؒ	۴
۳: قصیدہ شان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (ترجمہ) حضرت مسیح موعودؑ	۵
۴: نزول مسیح ابن مریمؑ لورڈ شاہد عزیز	۶

اعلانات

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون

جنوبی افریقہ جماعت کے صدر جناب ابراہیم محمد کی اطلاع کے مطابق جناب بوٹا عمر ابرامز ۲۹ اکتوبر ۲۰۲۲ء کو وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم جماعت کے ایک ثابت قدم اور مُخلص ممبر تھے۔ اُس پُر آشوب دور میں جب اِنتہا پسند مولویوں نے جماعت کے خلاف دہشت کی مہم چلا رکھی تھی مرحوم ہر وقت ہر طرح جماعت کا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام واوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰- تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰- Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ- انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین- انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(ایامِ صلح-قسط اول)

مرتب ارشد علوی

(۱)

ہمارے پہلے اشتہار مورخہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء طاعون کے متعلق ایک اور ضروری بیان

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض صاحبوں کے دلوں میں میرے اوّل اشتہار کے پڑھنے سے ایک اعتراض پیدا ہوا ہے کہ لوگوں کو اول یہ بتانا کہ اس مرض کے استیصال کے لئے فلاں تدبیر یا دواہے اور پھر یہ کہنا کہ شامت اعمال سے یہ مرض پھیلتی ہے۔ اِن دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ اور تعجب کہ اس اعتراض کے کرنے والے بعض مسلمان ہی ہیں۔ سو ایسے سب صاحبوں کو واضح رہے کہ قانونِ قدرت اور صحیفہ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا

(نوٹ: قارئین کرام ہم ایک دوسری کتاب شروع کر رہے ہیں ایام الصلح اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط موجود ہیں۔ یہ کتاب ہمارے پاس اصل حالت میں موجود ہے۔)

حضرت مسیح موعودؑ ایام الصلح میں فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمَدہ و نصلی علی رَسُولر الکَرِیْم

ہمارے پہلے اشتہار مورخہ ۶، فروری ۱۸۹۸ء طاون کے متعلق ایک

اور ضروری بیان

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض صاحبوں کے دلوں میں میرے اوّل اشتہار کے پڑھنے سے ایک اعتراض پیدا ہوا ہے کہ لوگوں کو اول یہ بتانا کہ اِس مرض کے استیصال کے لئے فلاں تدبیر یا دواہے اور پھر یہ کہنا کہ شامت اعمال سے یہ مرض پھیلتی ہے۔ اِن دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ اور تعجب کہ اِس اعتراض کے کرنے والے بعض مسلمان ہی ہیں۔ سو ایسے سب صاحبوں کو واضح رہے کہ قانونِ قدرت اور صحیفہ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا ہے۔ خدا کا قانونِ قدرت جو ہمارے نظر کے سامنے

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔‘

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴. بمطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ’اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

> تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دعا کا ہے جس کو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے اور دعا اور تدبیر میں کوئی تناقض (نہ) ہے۔ دُعا کرنے سے مطلب ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے

ہے ہمیں بتلا رہا ہے کہ سلسلہ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے۔ یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اِس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہمارے شفا کا سوچتا ہے تب اُس کو قانونِ قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے۔ سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ درحقیقت اُس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کو ہم دوسرے لفظوں میں دعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اُتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں بہ زبان حال اُس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ غرض جبکہ ہمارے روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہمارے وہ حالت بھی دُعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اِسی دُعا کے ذریعہ سے دُنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک بیت العلم کی کُنجی دُعا ہی ہے۔ اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہہ ہے کہ عارفوں کی دُعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور اُن کی روح مبدء فیض کو شناخت کرکے بصیرت کے ساتھ اُس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ اُس پر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات اُن کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اُس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدء فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اُس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے۔ در اسی کے مدد پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے۔ مگر عارف اُس مبدء کو دیکھتا ہے۔ اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر کو بطور دُعا قرار دے کر بطور قبول دُعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے سو آخر وہ خدا سے اُس مطلب کو پاتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلب روشنی اگر اعلیٰ وجہ البصیرت اور ہادی حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دُعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی لامعلوم مبدء سے طلب کی جائے اور نور حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ محجوبانہ دُعا ہے۔

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دعا کا ہے جس کو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے اور ہر ایک طالب مقصود کو طبعاً اِس پُل پر سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دعا اور تدبیر میں کوئی تناقض ہے۔ دُعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے پھر دعا اور تدابیر میں تناقض کیونکر ہوا؟

(جاری ہے) (فہرست مضامین)

> ایک دفعہ یہ عزم کرلو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خوبی جو ہم کو نظر آئے گی ہم اس کو لینے کی کوشش کریں گے، تو اللہ تعالیٰ تمہاری کوششوں کو برکت دے گا۔

(۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ ۲۶ جنوری ۱۹۴۸ء)

تقریب میلاد النبیؐ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور آپؐ کی عظمت

تقریر حضرت مولانا محمد علیؒ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی غلامی کا ہم کو شرف حاصل ہے اور بڑا ہی بلند مقام ہے جو آپؐ کی غلامی میں ہو کر ہمیں ملتا ہے، وہ ایسا شخص نہیں کہ صرف اس کے پیرو اس کی عظمت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں بلکہ دنیا کا ہر شخص جو تاریخ انسانی کی ورق گردانی کرتا ہے اور کرے گا اس کو معلوم ہو گا کہ واقعی دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے۔

مصلحین عالم میں آپؐ کی شخصیت

میں نے جب سیرت کی کتاب لکھی تو اس کے آخر میں ایک چھوٹا سا باب تھا جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو جس میں کسی انسان کو بڑائی مل سکتی ہے اس کو لے کر عام مصلحین عالم پر نظر ڈالو، تو معلوم ہو گا کہ زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دوسرے مصلحین سے بلند نظر نہیں آتی۔ بادشاہ ہونا۔ فاتح ہونا، جرنیل ہونا، سپاہی ہونا، امام ہونا اور امام ہو کر معمولی انسانوں سے ایک انسان ہونا۔ یہی چیزیں ہیں جو دنیا میں کسی شخص کو بڑی حیثیت کا مالک بنا دیتی ہیں۔ تو تمام دنیا میں تلاش کر لو، تمام تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کر کے دیکھ لو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا جرنیل کوئی نہ ملے گا۔ کوئی سپاہی آپ کی شان کا نظر نہ آئے گا۔ کوئی عدالت کرنے والا آپ کے عدل و انصاف کو نہ پہنچ سکے گا، فاتح اور امام بھی دنیا میں آپ جیسا نہیں ملتا۔ ہر رنگ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔

> تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دعا کا ہے جس کو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے۔

لوگوں کی آنکھیں کھولنے کا نسخہ

شاید لوگوں کا خیال ہو کہ دنیا کی آنکھیں بند ہیں۔ ہم کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ان پر نمایاں کریں! خوب یاد رکھیں آپ کے پاس ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے ایک نسخہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ صرف آپ کی سیرت کو ان کے سامنے رکھ دیجئے۔ انہیں نظر آجائے گا کہ یہ کس شان و عظمت کا انسان ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس ملک ہندوستان میں بھی جہاں ہزار بارہ سو سال مسلمانوں کی حکومت رہی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو لوگوں تک پہنچانے، آپ کی تصویر انہیں دکھانے اور آپ کی شخصیت کے متعلق ان کی آنکھیں کھولنے کا کوئی اہتمام نہ کیا گیا۔ ہاں کسی زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اپنے عملی نمونہ سے واضح کیا۔ کچھ لوگ تھے جن کے سامنے آپ کی عظمت کا کوئی پہلو ظاہر ہو گیا تھا اور انہوں نے وہی پہلو اپنے عمل میں لا کر لوگوں کو مسخر کر لیا۔

سیرت کو پھیلانے میں جماعت کی کمزوری

میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت کو بھی پورا احساس اس بات کا نہیں کہ آپ کی شان اور عظمت کا اظہار لوگوں پر کیا جائے۔ آپ کی سیرت کو ان تک پہنچایا جائے۔ کیا بگڑ جائے گا اگر ہم لوگوں کے سامنے آپ کی عظمت کو بیان کریں؟! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ انسان ہے جو اپنے سامنے ساری دنیا کو جھکا سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تصویر آپ کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ لیکن آپ لوگوں کو نہیں دکھاتے۔ یہ بڑی بھاری کمزوری ہے جس کو دور کرنا چاہئے اور آپ کی سیرت کو دنیا کے سامنے لانا چاہئے۔

ایک یہ پہلو ہے۔ اور دوسری ایک اور بات ہے۔ کچھ مدت ہوئی ایک شخص (برنارڈ شاہ) نے کہا تھا کہ آج اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ آجائیں تو دنیا کی تمام مشکلات حل کر سکتے ہیں۔ بظاہر یہ ناممکن سی بات نظر آتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ لیکن یہ ناممکن نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آسکتے ہیں۔ اگر ہم آپ کی سیرت پر پورے طور پر عمل پیرا ہو کر آپ کا نمونہ عملی رنگ

میں دنیا کو دکھائیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دن وصال نہیں ہوا جس دن آپ کا ظاہری سانس ختم ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ زندہ تھے، جن میں آپ کی سیرت کا عملی نمونہ نظر آتا تھا۔ اس کے بعد ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی پہلو آپ کی زندگی کا نظر آتا تھا اور اس لحاظ سے آپ کی زندگی ختم نہیں ہوئی۔ اب بھی آپ خوب یاد رکھیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آسکتے ہیں اسی طرح پر کہ ہر شخص یہ عزم کرلے کہ وہ آپ کے نمونہ اور آپ کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو گا۔

آپؐ کی خوبیوں کو لینے کا عزم کرلیں

یہ کہنا میرے لئے بھی آسان ہے۔ اور کوئی اور میری جگہ ہو تو وہ بھی آسانی سے کہہ سکتا ہے۔ لیکن صرف کہہ دینے سے فائدہ نہیں۔ ایک دفعہ یہ عزم کرلو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خوبی جو ہم کو نظر آئے گی ہم اس کو لینے کی کوشش کریں گے، تو اللہ تعالیٰ تمہاری کوششوں کو برکت دے گا۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹:۷۹) کوئی چھوٹے سے چھوٹا شخص عزم کرلے تو یقیناً بڑا بن جائے گا۔ بہت سے لوگوں کی نظریں دوسروں کے نقصوں پر رہتی ہیں۔ حالانکہ بڑائی اس میں نہیں، بڑائی اس بات میں ہے کہ ہم اپنے نقصوں کو دور کریں۔

انقلاب پیدا کرنے والی دو باتیں

اس لئے میں دو باتوں کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ ایک یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کو دوسروں پر ظاہر کرو۔ اور دوسرے یہ کہ ان خوبیوں کو اپنے وجود سے ظاہر کرو۔ یہ دو باتیں اگر کرلو، تو تمہاری جماعت دنیا کی ہادی اور رہنما بن سکتی ہے۔ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲:۱۴۳) رسول تمہارا امام ہو اور اس کے نمونہ کو لے کر تم دنیا کے امام بن جاؤ۔ صرف آپؐ کی خوبیوں کو لے کر آپ دنیا کے امام بن سکتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو دنیا کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کو ظاہر کرتے چلے جاؤ۔ صرف کافروں میں ہی نہیں اپنے دوستوں اور عزیزوں میں ظاہر کرو۔ اپنی جماعت میں بھی ظاہر کرو۔ یہی ایک طریق ہے جس سے تم انقلاب پیدا کرسکتے ہو۔ (پیغام صلح ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء) (فہرست مضامین)

رسول اللہ ﷺ کی مدح میں پہلا قصیدہ

حضرت مسیح موعودؑ (اُردو ترجمہ)

۱۔اے میرے دل! احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر۔
جو ہدایت کا سرچشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنے والا ہے۔
۲۔نیک، کریم، محسن، بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہے۔
۳۔وہ چودھویں کا نورانی روشن چاند ہے۔
وہ ہر وصف میں تعریف کیا گیا ہے۔
۴۔اس کا احسان دلوں کو موہ لیتا ہے۔
اور اس کا حسن پیاس کو بجھا دیتا ہے۔
۵۔ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے اسے سرکشی سے جھٹلایا ہے۔
۶۔اور سچائی ایسی شے ہے کہ مخلوق اس کا انکار نہیں کرسکتی،
جب وہ ظاہر ہو جائے۔
۷۔تو اُس کے کمال کی نظیر تلاش کر۔
سو تُو (اس میں) یقیناً حیران ہو کر شرمندہ ہو گا۔
۸۔ہم نے اس کی مانند سوتوں کو جگانے والا کوئی نہیں دیکھا۔
۹۔وہ اللہ کا نور ہے، جس نے علوم کو نئے سرے سے زندہ کر دیا۔
۱۰۔وہ برگزیدہ ہے 'چنا ہوا ہے' اس کی پیروی کی جاتی ہے
اس سے فیض طلب کیا جاتا ہے۔
۱۱۔ہدایت کی بارشیں سخاوت کے وقت
اس کی موسلا دھار بارش میں جمع کر دی گئیں۔
۱۲۔زمانہ اپنی مسلسل تھوڑی بارش کو بھول گیا ہے
اس مقتدا کی بارش کے مقابلہ میں۔

(فہرست مضامین)

وہ پیشوا ہمارا، جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد، دلبر میرا وہی ہے

افسوس یہ ہے کہ اس ملک ہندوستان میں بھی جہاں ہزار بارہ سو سال مسلمانوں کی حکومت رہی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو لوگوں تک پہنچانے، آپ کی تصویر انہیں دکھانے اور آپ کی شخصیت کے متعلق ان کی آنکھیں کھولنے کا کوئی اہتمام نہ کیا گیا۔

نزولِ مسیح

لورڈ شاہد عزیز۔

دیگر مسائل کے علاوہ لاہوری احمدی اور دیگر مسلمانوں میں ایک اختلافی مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔ صرف لاہوری احمدی ہی کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم آخری نبی ہیں اور اب کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نبی اور نہ پُرانا نبی۔

اِس عقیدہ کی بُنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[1] یعنی محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اِس آیت کی تشریح یہ کہہ کر کی کہ انا خاتم النبین، لا نبی بعدی یعنی میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اِس دلیل کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا نزول ہو گا۔ اور لفظ نزول مطلب اوپر سے نیچے آنا ہے اسلئے حضرت عیسیٰ آسمان سے اُتریں گے لیکن وہ نبی نہ ہوں گے۔ اِس بات کی کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی وجہ ایک نبی سے اُس کی نبوت چھین لے گا کوئی سند پیش نہیں کی جاتی۔ نہ قرآن سے اور نہ حدیث سے۔ لیکن یہاں میں صرف لفظ نزول کے متعلق کچھ اپنی تحقیق کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

عربی میں الفاظ مادوں سے بنتے ہیں۔ زیادہ تر مادے تین حروف کے ہوتے ہیں اور الفاظ اِن کے مرکب ہوتے ہیں۔ کچھ الفاظ کے مادے چار حروف پر بھی مشتمل ہوتے ہیں۔

النزول کا لغوی مطلب

یہاں ہم عربی لفظ النزول (مادہ "ن ز ل") جس کا مطلب اونچی جگہ سے نیچے اُترنا ہیں اِس کے متعلق بات کریں گے۔ اونچی جگہ سے نیچے اُترنا اِس لفظ کا لغوی معنی ہے۔ اور یہ لفظ اِن معنوں میں قرآن میں استعمال ہو چُکا ہے۔ فرمایا: وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا[2] ہم آسمان سے صاف پانی اُتارتے ہیں۔ یہاں یہ لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً[3] یہاں بھی یہ ہی فرمایا کہ پانی آسمان سے یا بادلوں سے آتا ہے۔

نزل کا محاورہ

محاورہ ہے نَزَلَ فِي مَكَان كَذَا جس کا لغوی مطلب ہے کہ آپ کہاں اُترے ہیں۔ اِس سے کوئی یہ مطلب نہیں نکالتا کہ یہ پوچھا جارہا ہے کہ یہ آپ آسمان سے کس جگہ اُترے ہیں! سب اِس کا مطلب یہ ہی لیتے ہیں کہ کس جگہ ٹھہرے ہیں۔ یہ محاورہ اردو میں بھی عام ہے۔ اگر کوئی ایک اجنبی سے پوچھ کہ آپ کہاں اُترے ہیں تو اِس سے کوئی یہ مطلب نہیں نکالتا کہ آپ آسمان سے کہاں اُترے ہیں۔ سب یہی کہیں گے کہ اِس کا مطلب ہے کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں۔

نزول کا بمعنی عطا کرنا استعمال

اگر ہم نے ہر چیز کا صرف لغوی معنی کرنا ہے تو پھر قرآن ہی ہمیں سمجھ نہیں آئے گا۔ قرآن فرماتا ہے: ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَا[4] یعنی سب تعریف اللہ کے لئے ہے کہ جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔ اگر ہم اِس کا لغوی معنی کریں تو پھر ہمیں کہنا پڑے گا کہ ایک لکھی ہوئی کتاب اللہ نے آسمان سے حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل کی تھی۔ لیکن باوجود لفظ نزول کے استعمال کے کوئی نہیں کہتا کہ جس شکل میں قرآن ہمارے پاس ہے یہ اِسی شکل میں آسمان سے نازل ہوا تھا۔ ہم حدیث

[1] سورۃ احزاب آیت ۴۰
[2] الفرقان آیت ۴۸
[3] النمل آیت ۶۰
[4] سورۃ الکہف آیت ۱

اور تاریخ میں جو واقعات درج ہیں اُن کی روشنی میں اپنی عقل استعمال کر کے کہتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ قرآن کی وحی کی بات کر رہے ہیں۔ اور قرآن دو دہائیوں سے زیادہ عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا تھا۔

یہ صرف ایک آیت تک محدود نہیں۔ ایک اور جگہ قرآن فرماتا ہے۔وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ[5] یعنی اور نازل کیا لوہا۔ تو کیا ہم اِس سے یہ مطلب لیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوہے کے تختے آسمان سے اُتارتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ ہمیں لوہے کی ضرورت ہوگی تو ہم دوکان سے ہی خریدیں گے، چھت پر جا کر آسمان سے اُترتے گرڈر نہ اُٹھالائیں گے۔ یعنی اللہ نے انسان کو لوہا عطا کیا لیکن اِس کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو خود جستجو کرنی پڑے گی۔

اِسی آیت میں چند الفاظ پہلے یہ بھی فرمایاوَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ کہ ہم نے کتابیں اور ترازو نازل کئے۔ مضمون کے شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر کتاب آسمان سے نازل کی لیکن یہاں تو قرآن فرما رہا ہے کہ تمام کتابیں نازل کی گئیں۔ اور ہر کتاب کے ساتھ ایک ترازو بھی تھا! کوئی بھی الہامی کتاب اُٹھا کر دیکھ لیں کہیں یہ نہیں لکھا کہ ہر کتاب کے ساتھ ایک ترازو بھی آسمان سے نازل ہوا۔ تمام تفاسیر کہتی ہیں کہ اِن الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت آتی ہے اُس میں عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھا جاتا۔ اور قواعدِ عدل سمجھائے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف جب بھی وحی کی تو اُس میں خود بھی انصاف کو ملحوظ رکھا اور انصاف ہی کا حکم دیا۔

ایک دوسری جگہ فرمایا: قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْءٰتِكُمْ[6] یعنی لباس نازل کیا۔ لیکن لباس کے نزول سے کوئی بھی مطلب نہیں لیتا کہ لباس مفت میں بارش کی طرح آسمان سے اُترتا ہے۔ ہمیں بازار سے ہی خریدنا پڑتا ہے۔ یہاں اِس کا مطلب ہے کہ بنی نوع انسان کو شرم و حیاء کا سبق آسمان سے دیا گیا اور لباس پہننے کی عقل عطا فرمائی۔ ورنہ انسانوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہ تھا۔

قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کی دُعا بھی ہے۔رَبَّنَآ أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ[7] اے رب ہم پر آسمان سے کھانا نازل کر۔ گو اس آیت پر لوگوں نے بڑی حاشیہ آرائیں کی ہیں کہ جو کھانا آسمان سے نازل ہوا اُس میں کتنی ڈشیں تھیں اور کتنے روز نازل وغیرہ نازل ہوا۔ مثلاً تفاسیر میں لکھا کہ ایک روز کچھ کھانا بچ گیا تو بنی اسرائیل نے اُس کو بچا کر اگلے روز کے لئے رکھ لیا۔ اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے کہ اِنہیں میرے وعدے پر اعتبار نہیں کہ میں ہر روز آسمان سے کھانا بھیجوں گا اس لئے اِنہوں نے اگلے روز کے لئے بچا کر رکھ لیا ہے۔ اِس لئے اب میں اِنہیں کھانا نہیں بھجوں گا!

لیکن امام ابنِ کثیر لکھتے ہیں: 'لیکن کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مائدہ اُترا ہی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اِس بات کو صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے۔ ۔۔ مجاہد اور حسن تک اِس کی اسانید بہت صحیح ہیں۔ اور سب سے قویٰ دلیل یہ ہے کہ نصاریٰ اس مائدہ سے واقف ہی نہیں اور اِن کی کتاب انجیل میں مائدہ کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ اگر مائدہ اُترا ہی ہوتا تو انجیل میں جگہ جگہ اِس کا ذکر آتا اور ایک بار نہیں متواتر انجیل میں مذکور ہوتا۔۔۔'[8] یہاں اول تو یہ بات اہم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صرف مائدہ کے نزول کی بات نہیں کر رہے بلکہ اِس ساتھ آسمان سے نزول کا ذکر کر رہے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکیلے لفظ نزول کے استعمال سے ضروری نہیں کہ کوئی چیز آسمان سے نازل ہوگی۔

دوسری جگہ فرمایاوَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعٰمِ ثَمٰنِيَةَ أَزْوٰجٍ[9] اور اُسی نے چار پایوں میں جوڑے بنائے۔ یہاں بھی انزل یعنی نازل کرنے کا ذکر ہے۔

مندرجہ ذیل آیت بھی قابل توجہ ہے۔ فرمایا: قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ ءَايٰتِ اللَّهِ[10] اِس بارے میں ایک ڈکشنری میں لکھا ہے: 'خدا نے تمہارے پاس نصیحت کی کتاب بھیجی ہے۔ اور اپنے پیغمبر بھی بھیجے ہیں۔ جو تمہارے سامنے ۔۔۔ پڑھتے ہیں۔ کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے کہ انزال کے ذکر سے آنحضرت کی بعثت مراد ہے۔'[11] یہاں صاحب لغت کے مطابق نزول کا اطلاق آنحضرت ﷺ پر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ آنحضرت اپنے مشن کے لئے آسمان سے تشریف لائے تھے۔

[5] الحدید آیت ٢٥
[6] الاعراف ٢٦
[7] المائدہ ١١٤
[8] تفسیر ابنِ کثیر جلد دوم، صفحہ ٤٩
[9] الزمر آیت ٦
[10] الطلاق ١٠-١١
[11] مفردات الفاظ القرآن (اردو) صفحہ ٤٨١

تو جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ نازل یا نزول کا مطلب عطا کرنا بھی ہوتا ہے۔ سورۃ حجر آیت ۲۱ میں فرمایا کہ اللہ کے پاس خزانے رکھے ہیں اور وہ مُناسب مقدار میں اُنہیں نازل کرتا رہتا ہے یعنی انسانوں کو عطا کرتا رہتا ہے۔ لیکن انسان کو اِن چیزوں کے حصول کے لئے کوشش کرنی پڑی ہوتی ہے۔ کوشش کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

لفظ نزول حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر مہر ہے۔

قرآن میں لفظ تنزیل کے استعمال میں یہ بھی حکمت ہے کہ بنی نوع انسان پر یہ واضح ہو جائے کہ جو ہدایت انسانوں کو نبیوں کے ذریعہ عطا کی جاتی وہ ایک خارجی عمل ہے۔یعنی یہ نہیں کہ ایک مشکل پڑنے پر ایک نبی اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کر کے لاگو کر دیتا ہے بلکہ یہ ہدایت باہر سے آتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں جُدید مسلمانوں میں، جن میں سر سید احمد خانصاحب بھی شامل تھے، یہ خیال عام تھا کہ وحی ایک خارجی عمل نہیں بلکہ ایک اندرونی یا subjective چیز ہے۔یعنی وحی ایک نبی کے اپنے خیالات ہیں، خدا کی طرف پیغام نہیں۔ اِس برعکس حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ وحی ایک خارجی objective عمل ہے اور اس میں نبی کے اپنے خیالات شامل نہیں۔

اِس طرح آپ علم کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اور وہ علم جو انسان اپنی کوشش سے حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فزکس یا کیمسٹری وغیرہ۔ سائنسدان ایک چیز کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ کیا وہ explain کر سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اور وہ ایک تھیوری پیش کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کی تھیوری درست ہو اور ہو سکتا ہے کہ غلط۔ یا بعد میں ایک دوسرا ایک بہتر تھیوری پیش کر دے یا پہلی تھیوری کو بہتر بنادے۔

لیکن ایک ایسا بھی علم ہے جو انسان اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اِس کے لئے انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ یہ علم absolute ہے۔ یعنی اِس میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ یہ علم صرف وحی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

چونکہ یہ علم absolute ہے اِس لئے اِس میں نہ نسخ کی گنجائش ہے اور نہ منسوخ کی۔ اِس علم کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول وحی نبوت یعنی وہ ہدایت جس میں دوسری چیزوں کے علاوہ ہدایت کے علاوہ شریعت بھی ہو اور یہ صرف نبی کو ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم کو وحی ولایت کہتے ہیں۔ وحی ولایت نبی اور غیر نبی دونوں کو ہوتی ہے۔ وحی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اِس کے بغیر ایک انسان مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ لیکن وحی ولایت پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

بنی نوع انسان کو وحی ولایت کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔ اِس لئے ہر زمانے میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے اور اُن کے حل کے لئے ہمیں اللہ کی رہنمائی کی ضرورت رہے گی۔ ایک مثال مندرجہ ذیل ہے۔ بڑے بڑے عالم حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ مانتے تھے اور مانتے ہیں۔ دوسری طرف علم و فضل کے لحاظ سے اُن کے برابر علماء کہتے ہیں کہ نہیں حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں۔ دونوں قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ آپ کیسے فیصلہ کریں گے کہ دونوں میں دُرست کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے وفات مسیح کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کی وحی ولایت کے ذریعے دلوائی اور کہا کہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ وحی ولایت سے اِس طرف توجہ نہ دلاتا تو باوجود قرآن میں واضح طرف پر وفات مسیح کا ذکر ہونے کے، امت اِس غلط عقیدہ پر قائم رہتی کہ حضرت عیسیٰ زندہ سلامت آسمان پر بیٹھے ہیں۔ اِس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن میں سے ۳۰ آیات سے وفات مسیح ثابت کی۔ لاہوری احمدی اِس لئے وفات مسیح پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اِس لئے نہیں کہ سائنس کہتی کہ وہ فوت شدہ ہیں۔

دیکھیں کہ قرآن کے صرف ایک لفظ پر غور کرنے سے حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی واضح ہو گئی۔ (فہرست مضامین)